سورة الاعراف

آیات ۹۵ - ۱۰۸

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾
ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ
فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ
الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ؕ﴿٩٧﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا
ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩٨﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٩﴾ ع
اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ
نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ
لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿١٠٤﴾

وَمَآ اَرْسَلْنَافِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا - اور نہیں بھیجا ہم نے

فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ - کسی بستی میں کوئی بھی نبی

اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا - مگر یہ کہ پکڑا ہم نے اس کے لوگوں کو

بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ - سختی سے اور تکلیف سے

بَاْسَاء - سختی، تنگی (جسمانی امراض اور نقصان)

ضَرّاء - وہ مصیبت یا تکلیف جو فقر و حاجت سے ہوتی ہے

لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ - شائد وہ لوگ عاجزی کریں

تَضَرَّعَ یَتَضَرَّعُ ، تَضَرُّعًا ۔ عاجزی کرنا، گڑگڑانا (V)

یَضَّرَّعُوْنَ ۔ اصل میں یَتَضَرَّعُوْنَ تھا 'ت' کو ضاد میں مدغم کر دیا گیا

ثُمَّ بَدَّلْنَا - پھر بدل دیا ہم نے

مَكَانَ السَّیِّئَةِ - برائی کی جگہ کو

الْحَسَنَةَ - بھلائی سے

حَتّٰی عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

حَتّٰی عَفَوْا - یہاں تک کہ وہ لوگ بڑھے (ترقی کی)

عَفَا یَعْفُوُ ، عَفْوًا - معاف کرنا ، کثرت سے ہونا، زیادہ ہونا

(وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ) وہ پوچھتے ہیں: ہم راہ خدا میں کیا خرچ کریں؟ کہو: جو کچھ (تمہاری ضرورت سے) زیادہ ہو - 2:219

وَّ قَالُوْا - اور کہا

قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا - یقیناً چھو چکی ہے ہمارے باپ دادا کو

مَسَّ - چھونا

الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ - تکلیف (بھی) اور خوشی (بھی)

سَرّاء - نعمت، فراخی، خوشی

سَرَّ یَسُرُّ ، سُرورًا - خوش کرنا

فَاَخَذْنٰهُمْ - تو ہم نے پکڑا ان کو

بَغْتَةً - اچانک

بَغْتَةً - اچانک، ایک دم، دفعۃً (کسی چیز کا اچانک ایسے ظاہر ہونا کہ اسکا گمان نہ ہو

وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ - اس حال میں کہ وہ شعور نہیں رکھتے تھے

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ ﴿۹۴﴾
ثُمَّ بَدَّلۡنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الۡحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوۡا قَدۡ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ
فَاَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹۵﴾

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں نبی بھیجا ہو اور اُس بستی کے لوگوں کو پہلے تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کیا ہو اس خیال سے کہ شاید وہ عاجزی پر اتر آئیں. پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ "ہمارے اسلاف پر بھی اچھے اور برے دن آتے ہی رہے ہیں" آخر کار ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر تک نہ ہوئی

Never have We sent a Prophet to a place without trying its people with adversity and hardship that they may humble themselves.

Then We changed adversity into ease until they throve and said: 'Our forefathers had also seen both adversity and prosperity.' So We suddenly seized them without their even perceiving it.

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

اللہ کے ایک خاص قانون کا تذکرہ

- پانچ قومیں جنہوں نے رسولوں کی دعوت کو قبول کرنے انکار کیا، اللہ کی جانب سے ان پر اتمامِ حجت کے بعد ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا ۔ اس کے بعد اب آئندہ آیات میں وہ اصول و ضوابط بیان کیے جارہے ہیں جن سے امتوں کو آزمایا جاتا ہے اور جو اتمام حجت کی بنیاد بنتے ہیں اور بالآخر اس کے نتیجے میں ان کی قسمت کا فیصلہ کردیا جاتا ہے (اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس خاص قانون کا تذکرہ سورۃ الانعام آیات ۴۲ تا ۴۵ میں آچکا)
- وہ سنت الٰہی یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کو بھیجتے ہیں اور وہ قوم اس پیغمبر کی دعوت کو جھٹلادیتی ہے تو وہ جھٹلانے والوں کو رنج والم میں مبتلا کردیتا ہے (کبھی ان پر قحط مسلط کردیا جاتا ہے ، کبھی سیلاب کے بند کھول دیئے جاتے ہیں ، کبھی بارشیں منہ زور ہوجاتی ہیں ، وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں ، کبھی ان میں تعلقات کا بگاڑ خانہ جنگی تک پہنچ جاتا ہے)
- یہ سب مصیبتیں ان پر اس لیے مسلط کی جاتی ہیں تاکہ ان کی اکڑی ہوئی گردنیں جھکنے پر مجبور ہوجائیں، ان کا غرور طاقت اور نشہ دولت ٹوٹ جائے، اپنے ذرائع و وسائل اور اپنی قوتوں اور قابلیتوں پر ان کے اعتماد کو شکست اور وہ یہ سوچیں کہ طاقت، قوت، اقتدار، خوشحالی سب کچھ ہونے کے باوجود کیوں حالات کا رشتہ ان کے ہاتھ میں نہیں اور ان سے کوئی بالاتر قوت ان کے حالات کو بھی اور اسباب کو بھی کنٹرول کرتی ہے
- جب کسی قوم پر ان مصائب کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کے دل پتھر، آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہوجاتے ہیں تو پھر یہ سنت الٰہی ایک دوسری شکل اختیار کرلیتی ہے جس کا ذکر اگلی آیت کریمہ میں

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

اللہ کے ایک خاص قانون کا تذکرہ

- جب اس قوم پر حالات کی سختی، مالی تنگی، دشمن کا خوف، آپس کی خانہ جنگی، وبائیں زلزلے، قحط اور سیلاب جیسے حالات بھی انہیں اللہ کی طرف رجوع اور اس کے بارے میں سوچنے پہ آمادہ نہیں کرتے اور وہ قوم تکبر اور تکذیب کی روش جاری رکھتی ہے تو ان پر سے وہ سختیاں اور تکلیفیں دور کر کے ان کو غیر معمولی آسائشوں اور نعمتوں سے نواز دیا جاتا تھا۔ انہیں خوش حالی کے فتنہ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جو ان کی بربادی کی تمہید ہے
- یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا ڈھیل دینے کا ایک انداز ہے کہ اب اس قوم نے برباد تو ہونا ہی ہے مگر آخری انجام کو پہنچنے سے پہلے ان کی نافرمانی کی آخری حدود دیکھ لی جائیں کہ اپنی اس روش پر وہ کہاں تک جا سکتے ہیں؟
- عیش و عشرت میں پڑ کر ان کے تکبر اور تکذیب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور حالات کی نسبت اپنے نظریے کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں کہ اچھے برے دن تو تاریخ کا اتار چڑھاؤ ہیں، ہمارے اسلاف پر بھی اچھے اور برے دن آتے ہی رہے ہیں ، اسے امتحان اور آزمائش سے مشروط کرنا تو محض ڈھکوسلے ہیں
- (جب کہ قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ لوگوں پر مصائب اور آفات اور ان کی تباہی کے اسباب اخلاقی ہیں)
- نبی اکرم ﷺ نے اس کو یوں بیان فرمایا " لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا، مِنْ ذُنُوبِهِ، وَالْمُنَافِقُ مَثَلُهُ كَمَثَلِ الْحِمَارِ، لَا يَدْرِي فِيمَ رَبَطَهُ أَهْلُهُ، وَلَا فِيمَ أَرْسَلُوهُ" مصیبت مومن کی تو اصلاح کرتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ اس بھٹی سے نکلتا ہے تو ساری کھوٹ سے صاف ہو کر نکلتا ہے لیکن منافق کی حالت بالکل گدھے کی سی ہوتی ہے جو کچھ نہیں سمجھتا کہ اس کے مالک نے کیوں اسے باندھا تھا اور کیوں اسے چھوڑ دیا- الترمذي

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

- افراد اور قوموں کو سختیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کرنے ایک مقصد، انھیں بارگاہ خدا کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے
- مشکلات، مصائب اور بلیات، انسان کیلئے خدا کی طرف رجوع اور اس کی درگاہ میں تضرع کا باعث ہوتی ہیں۔
- قوموں اور معاشروں کی زندگی میں پائی جانے والی سختیاں اور آسائشیں ارادۂ خدا سے مربوط ایک خاص پیام اور ہدف کی حامل ہوتی ہیں۔
- اللہ اور اس کے پیغام سے باغی قومیں مشکلات کی پیدائش اور آسائشوں کے اسباب کے بارے غلط تحلیل اور تجزیہ کرتی ہے اور اسے گردِ زمانہ کا محض ایک پھیر سمجھتی ہیں
- حادثاتِ زمانہ اور قوموں کے عروج وزوال اور تباہی کے اصل اسباب مادی نہیں اخلاقی ہوتے ہیں (مادی اسباب اخلاقی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾

لَوْ - حرفِ شرط

وَلَوْ اَنَّ - اور اگر یہ کہ

اَهْلَ الْقُرٰٓی - ان بستیوں والے

بستیوں والے - مراد وہی قومیں جن کی تکذیب کی داستانیں بیان ہو چکی ہیں

اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا - ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے

لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ - تو ہم ضرور کھول دیتے ان پر برکتیں

فَتَحَ - کھولنا، ظاہر کرنا

مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ - آسمان سے اور زمین سے

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا - اور لیکن انہوں نے جھٹلایا

فَاَخَذْنٰهُمْ - تو ہم نے پکڑا ان کو

أَخَذَ یَأْخُذُ ، أَخْذًا - پکڑنا، لینا

بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ - بسبب اس کے جو وہ کمائی کرتے تھے

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ
كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر اُنہوں نے تو جھٹلایا، لہٰذا ہم نے اُس بری کمائی کے حساب میں انہیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے

Had the people of those towns believed and been God-fearing, We would certainly have opened up to them blessings from the heavens and the earth; but they gave the lie [to their Prophets] and so We seized them for their deeds.

محمد اقبال

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾

اللہ تعالیٰ کی ایک اور سنت جاریہ

- ایمان اور تقوی کی زندگی افراد اور قوموں کے لئے جس طرح آخرت میں خدا کی رحمتوں کی ضامن ہے اسی طرح اس دنیا میں بھی اگر کوئی قوم اس کو اختیار کرے تو یہ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ ان پر رحمتوں کے دروازے کھول دے گا، ان پر آسمان سے رزق برسے گا زمین خزانوں کے منہ کھول دے گی، وقت پہ بارشیں ہوں گی جو افزودگی کا باعث بنیں گی، خوشحالی اور امن کے سارے اسباب میسر ہوں گے
- جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانا اور اللہ سے تقویٰ کرنا، محض نجی مسئلہ ہے، اور اس کا انسان کی عملی اور اجتماعی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، انھوں نے دراصل ایمان کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں ہے
- اللہ تعالی خود یہ شہادت دے رہا ہے کہ ایمان اور تقویٰ کا انسان کی عملی اور اجتماعی زندگی کے ساتھ گہرا تعلق موجود ہے اور اللہ کی شہادت ہی سب سے بڑی شہادت ہے
- آسمان و زمین کی نعمتیں اور برکات اور انکا اقوامِ عالم پر نزول اللہ تعالیٰ کے اختیار میں اور اس کے ارادے کے تحت
- حقیقی اہل ایمان کو ایمان کی وجہ سے جو برکات ملتی ہیں اس کے کئ رخ اور کتنے ہی پہلو ہیں؛ ان کی ضروریات کی چیزوں میں برکت ہوتی ہے، انسانی ذات، انسانی شعور، اور پاکیزہ انسانی زندگی میں برکت ہوتی ہے، ان برکات کے نتیجے میں زندگی آگے بڑھتی ہے اس کے اندر سکون واطمینان پیدا ہوتا ہے (اس کے برعکس معاملہ.......)

ایمان اور تقویٰ (قرآنِ مجید میں)

- ایمان اور تقویٰ کا اکٹھا ذکر قرآن مجید میں 28 مقامات پر کیا گیا ہے گویا یہ لازم وملزوم ہیں
- تقویٰ کے بغیر محض ایمان کا اقرار ایک نظری شئے ہے، تقویٰ کا مطلب ہے پرہیز گاری، نیکی اور ہدایت کی راہ۔ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے، جس کے حاصل ہو جانے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک معلوم ہونے لگتی ہے اور دل نیک کاموں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔
- وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ 2:103 اگر وہ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے، تو اللہ کے ہاں اس کا جو بدلہ ملتا، وہ ان کے لیے زیادہ بہتر تھا
- وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ 3:179 اگر تم ایمان اور خداترسی کی روش پر چلوگے تو تم کو بڑا اجر ملے گا وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ 5:65 اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور خداترسی کی روش اختیار کرتے تو ہم اِن کی برائیاں اِن سے دور کر دیتے اور ان کو نعمت بھری جنتوں میں پہنچاتے
- ...إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ 5:93 جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اس پر کوئی گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ وہ آئندہ اُن چیزوں سے بچے رہیں جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں، پھر جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رکیں اور جو فرمان الٰہی ہو اُسے مانیں، پھر خداترسی کے ساتھ نیک رویہ رکھیں اللہ نیک کردار لوگوں کو پسند کرتا ہے

ایمان اور تقویٰ (قرآنِ مجید میں)

- وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ 7:96 اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے
- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ 8:29 اے ایمان لانے والو، اگر تم خدا ترسی اختیار کروگے تو اللہ تمہارے لیے کسوٹی بہم پہنچا دے گا اور تمہاری بُرائیوں کو تم سے دُور کر دے گا، اور تمہارے قصور معاف کر دے گا اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے
- وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ 24:52 اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں
- وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ 27:53 اور بچالیا ہم نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اور نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے
- وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ 41:18 اور ہم نے اُن لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے تھے اور (گمراہی و بد عملی سے) پرہیز کرتے تھے
- وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ 47:36 اگر تم ایمان رکھو اور تقویٰ کی روش پر چلتے رہو تو اللہ تمہارے اجر تم کو دے گا اور وہ تمہارے مال تم سے نہ مانگے گا
- فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ج 47:36 پس اللہ سے ڈرواے صاحب عقل لوگو جو ایمان لائے ہو

اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا بَيَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَؕ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًى وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۸﴾

اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى - تو کیا امن میں ہوئے بستیوں والے

أَمِنَ يَأْمَنُ ، أَمْنًا - امن میں ہونا ، بے خوف ہونا

اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ - (اس سے) کہ پہنچے ان کو

بَاۡسُنَا بَيَاتًا - ہماری سختی رات کے وقت

بَاتَ يَبِيْتُ ، بَيْتًا و بياتًا - رات گذارنا

وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ - اس حال میں کہ وہ تھے سونے والے

نَامَ - سونا

نَائِمٌ - سونے والا

اَوَ اَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى - اور کیا امن میں ہوئے بستیوں والے

اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ - (اس سے) کہ پہنچے ان کو

بَاۡسُنَا ضُحًى - ہماری سختی دن چڑھے

ضُحًى - چاشت کا وقت ، وہ وقت جب دھوپ چڑھ جائے

وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ - اس حال میں کہ وہ لوگ کھیلتے ہوں

لَعِبَ يَلْعَبُ ، لَعِبًا - کھیلنا

اَفَاَمِنُوۡا مَكۡرَ اللّٰهِ‌ ۚ فَلَا يَاۡمَنُ مَكۡرَ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۹﴾ ع

اَفَاَمِنُوۡا - تو کیا وہ لوگ امن میں ہوئے

مَكۡرَ اللّٰهِ - اللہ کی خفیہ تدبیر سے

فَلَا يَاۡمَنُ - پس امن میں نہیں ہوتے

مَكۡرَ اللّٰهِ - اللہ کی تدبیر سے

مَکر - مکر، تدبیر، چال

مَکر - کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینا

اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی برا فعل مقصود ہو تو مذموم ہوتا ہے

اِلَّا - مگر

الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ - خسارہ پانے والے لوگ

اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا بَيَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَؕ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ
بَاۡسُنَا ضُحًى وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوۡا مَكۡرَ اللّٰهِ‌ۚ فَلَا يَاۡمَنُ مَكۡرَ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۹﴾

پھر کیا بستیوں کے لوگ اب اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی
اچانک اُن پر رات کے وقت نہ آ جائے گی جب کہ وہ سوتے پڑے ہوں؟
یا بستیوں والے اس بات سے نڈر ہو چکے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے
جب وہ کھیل رہے ہوں . کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی
چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو

Do the people of those towns feel secure that Our punishment will not come to them at night while they are asleep?
Or, do the people of those towns feel secure that Our punishment will not come to them by daylight while they are at play?
Do they feel secure against the design of Allah None can feel secure against the design of Allah except the utter losers.

محمد اقبال

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ - اور کیا واضح نہیں کیا ان کے لیے جو

هَدَى يَهْدِي ، هُدًى - رہنمائی کرنا

هَدَى يَهْدِي پر لام کا صلہ ہو تو معنی واضح کرنا

يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ - وارث ہوئے زمین کے

مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ - اس کے رہنے والوں (کی ہلاکت) کے بعد

اَنْ لَّوْ نَشَآءُ - کہ اگر ہم چاہتے

اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ - تو ہم ان پر مصیبت ڈالتے ان کے گناہوں کے سبب

أَصَابَ يُصِيْبُ ، إِصَابَةً - پہنچنا، لگنا (سزا دینا) (IV)

تیر کا نشانے پہ لگنا (اصابت، مصیبت، صواب)

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ - اور ہم مہر لگا دیتے ہیں ان کے دلوں پر

طَبَعَ يَطبَعَ ، طَبْعًا - مہر لگانا

فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ - تو وہ لوگ نہیں سنتے

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ - یہ بستیاں ہم سناتے ہیں آپ کو

مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

اَنْبَاء - نَبَاَ کی جمع (خبریں)

مِنْ اَنْۢبَآئِهَا - جن کی خبروں میں سے

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ - اور یقیناً آ چکے ہیں ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ - ان کے رسول واضح نشانیوں کے ساتھ

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا - تو وہ لوگ نہیں تھے کہ ایمان لاتے

بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ - اس پر جس کو انہوں نے جھٹلایا اس سے پہلے

كَذٰلِكَ - اسی طرح

يَطْبَعُ اللّٰهُ - مہر لگا دیتا ہے اللہ

عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ - انکار کرنے والوں کے دلوں پر

دلوں پر مہر - انسانی ذہن کا اس نفسیاتی قانون کی زد میں آنا کہ ایک دفعہ حق کا انکار (جاہلی تعصّبات کی بنا پر یا نفسانی اغراض کی بنا پر)، انسان ضد اور ہٹ دھرمی میں الجھ کے رہ جاتا ہے اور کوئی دلیل، مشاہدہ اور نصیحت کام نہیں کرتی

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾
تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ
يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾

اور کیا اُن لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد زمین کے وارث ہوتے ہیں، اِس امر واقعی نے کچھ سبق نہیں دیا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں؟ (مگر وہ سبق آموز حقائق سے تغافل برتتے ہیں) اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، پھر وہ کچھ نہیں سنتے، یہ قومیں جن کے قصے ہم تمہیں سنا رہے ہیں (تمہارے سامنے مثال میں موجود ہیں) ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے، مگر جس چیز کو وہ ایک دفعہ جھٹلا چکے تھے پھر اُسے وہ ماننے والے نہ تھے دیکھو اس طرح ہم منکرین حق کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں

Has it not, then, become plain to those who have inherited the earth in the wake of the former generations that, had We so willed, We could have afflicted them for their sins, (they, however, are heedless to basic facts and so) We seal their hearts so that they hear nothing. To those [earlier] communities - some of whose stories We relate to you - there had indeed come Messengers with clear proofs, but they would not believe what they had once rejected as false. Thus it is that Allah seals the hearts of those who deny the truth.

محمد اقبال

اَوَلَمۡ یَهۡدِ لِلَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ اَهۡلِهَاۤ اَنۡ لَّوۡ نَشَآءُ اَصَبۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ ۚ وَنَطۡبَعُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾

ماضی کے حالات سے عبرت حاصل کرو

- گرنے والی قوم کی جگہ جو دوسری قوم اٹھتی ہے اس کے لیے اپنی پیش رو قوم کے زوال میں کافی رہنمائی موجود ہوتی ہے۔
- اس آیت کریمہ میں نام لیے بغیر قریش سے خطاب -اور یہ کہا جا رہا ہے کہ اے قریش کے لوگو ! تم جس سر زمین پر آباد ہو اس زمین پر تم سے پہلے دوسری قومیں آباد رہ چکی ہیں اور تم یہ بات سن چکے ہو کہ جب انھوں نے اللہ کے رسولوں کی دعوت کو ماننے سے انکار کیا تو ہم نے انھیں کس طرح پکڑا؟ ان کی تاریخ بار بار تمھیں سنائی جا چکی ہے، خود تمھارے اندر بھی آج تک ان کے انجام کے قصے سینہ بہ سینہ چلاتے رہتے ہیں
- آخر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جس طرح ہم نے ان کو ان کے جرموں کی پاداش میں ہلاک کر دیا اسی طرح، جب چاہیں، تم کو بھی ہلاک کر دیں۔ ی تمھاری سرکشی، تمرد اور کفر و شرک اسی انجام کے عنوانات ہیں
- جب کوئی قوم تاریخ کے مشاہدے سے عبرت نہیں لیتی کہ جس سرزمین پر وہ رہ رہے ہیں وہاں ان سے پہلے کون سی اقوام آباد تھیں، ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا وہ کیوں معدوم ہو گئیں، کیا چیز ان کے انجام کا سبب بنی؟ اس کور باطنی اور اندھے پن پر اللہ تعالیٰ بھی ان سے سوچنے سمجھنے اور کسی ناصح کی بات سننے کی توفیق سلب کر لیتا ہے ، اللہ تعالیٰ کا قانون فطرت یہی ہے کہ جو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے اس کی بینائی تک آفتاب روشن کی کوئی کرن نہیں پہنچ سکتی اور جو خود نہیں سننا چاہتا اسے پھر کوئی کچھ نہیں سنا سکتا۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

وَمَا وَجَدْنَا - اور ہم نے نہیں پایا

وَجَدَ يَجِدُ ، وَجْدًا - پانا

لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ - ان کے اکثر کے لیے وعدہ کی کوئی پابندی

اَكْثَر - افعل التفضیل کا صیغہ (اکثر، بہت زیادہ)

وَاِنْ وَّجَدْنَآ - اور بیشک ہم نے پایا

اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ - ان کے اکثر کو یقیناً نافرمانی کرنے والے

فَاسِق - نافرمان، گنہگار

ثُمَّ بَعَثْنَا - پھر بھیجا ہم نے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى - ان کے بعد موسیٰ کو

بِاٰيٰتِنَآ - اپنی نشانیوں کے ساتھ

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ - فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف

فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

فَظَلَمُوْا بِهَا - توانہوں نے ظلم کیا ان پر

فَانْظُرْ - تو دیکھو (غور) کرو

كَيْفَ كَانَ - کیسا تھا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ - انجام فساد کرنے والوں کا

وَقَالَ مُوْسٰى - اور کہا موسیٰ نے

يٰفِرْعَوْنُ - اے فرعون

اِنِّيْ رَسُوْلٌ - بیشک میں ایک رسول ہوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ - تمام جہانوں کے رب (کی طرف)

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَإِن وَّجَدْنَآ أَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِم مُّوْسٰى
بِاٰيٰتِنَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ
إِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾

ہم نے ان میں سے اکثر میں کوئی پاس عہد نہ پایا بلکہ اکثر کو فاسق ہی پایا، پھر اُن
قوموں کے بعد (جن کا ذکر اوپر کیا گیا) ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ
فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا مگر انھوں نے بھی ہماری نشانیوں
کے ساتھ ظلم کیا، پس دیکھو کہ ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا، موسیٰؑ نے کہا "اے
فرعون، میں کائنات کے مالک کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں

We did not find most of them true to their covenants; indeed We found most of them to he transgressors.
After those We sent forth Moses with Our signs to Pharaoh and his nobles,83 but they dealt with Our signs unjustly. Observe, then, what happened to the mischief-makers. And Moses said: '0 Pharaoh! I am a Messenger from the Lord of the universe.

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سر گزشت

- یہاں سے آگے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ نسبتاً اجمال سے مگر نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے
- اس قصے میں فرعون کے استبداد، سرکشی، انکار اور بطورِ ایک طاغوتی طاقت کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کے دینی اور سیاسی عروج وزوال کی پوری تاریخ بیان کردی گئی ہے
- بنی اسرائیل کی تاریخ کیوں ؟ اہل مکہ اور مشرکین عرب بنی اسرائیل اور ان کی تاریخ سے ناواقف نہیں تھے اور نہ ان کی تاریخ جزیرۃ العرب کی تاریخ تھی جیسا کہ گذشتہ 5 اقوام کی تاریخ
- (۱) عنقریب مسلمانوں کو یہود سے واسطہ پڑنے والا تھا۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ مسلمان ان کی تاریخ سے بھی آگاہ ہوں
- (۲) قریشِ مکہ وقتاً فوقتاً قریش نئے دین (اسلام) سے برگشتہ کرنے اور بدگمانیاں پیدا کرنے کے لیے یہود کی مدد لے کر مختلف شوشے چھوڑتے رہتے تھے اور بعض دفعہ عجیب و غریب سوالات سجھاتے تاکہ آپ ﷺ کے لئے مشکلات پیدا ہوں اور ایمان لانے والوں کی یکسوئی ختم کریں اور عام لوگوں کو بددل کریں
- (۳) موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کے آئینے میں بہت سی باتیں قریشِ مکہ کو بتائی گئیں (آپ ﷺ کے ساتھ تھوڑے سے لوگوں کا ہونا، آپؐ کا کم سیاسی و سماجی اثرورسوخ، آپؐ کے خاندان کا آپ پر ایمان نہ لانا.....)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت

- یہاں سے آگے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ نسبتاً اجمال سے مگر نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے
- اس قصے میں فرعون کے استبداد، سرکشی، انکار اور بطورِ ایک طاغوتی طاقت کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کے دینی اور سیاسی عروج وزوال کی پوری تاریخ بیان کردی گئی ہے
- بنی اسرائیل کی تاریخ کیوں ؟ اہل مکہ اور مشرکین عرب بنی اسرائیل اور ان کی تاریخ سے ناواقف نہیں تھے اور نہ ان کی تاریخ جزیرۃ العرب کی تاریخ تھی جیساکہ گزشتہ 5 اقوام کی تاریخ
- (۱) عنقریب مسلمانوں کو یہود سے واسطہ پڑنے والا تھا۔اس لیے یہ ضروری تھاکہ مسلمان ان کی تاریخ سے بھی آگاہ ہوں
- (۲) قریشِ مکہ وقتاً فوقتاً قریش نئے دین (اسلام) سے برگشتہ کرنے اور بدگمانیاں پیدا کرنے کے لیے یہود کی مدد لے کر مختلف شوشے چھوڑتے رہتے تھے اور بعض دفعہ عجیب وغریب سوالات سجھاتے تاکہ آپ ﷺ کے لئے مشکلات پیدا ہوں اور ایمان لانے والوں کی یکسوئی ختم کریں اور عام لوگوں کو بددل کریں
- (۳) موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کے آئینے میں بہت سی باتیں قریشِ مکہ کو بتائی گئیں (آپ ﷺ کے ساتھ تھوڑے سے لوگوں کا ہونا، آپؐ کا کم سیاسی وسماجی اثرورسوخ، آپؐ کے خاندان کا آپ پر ایمان نہ لانا.....)

ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۢ بَعۡدِهِم مُّوسَىٰ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَإِيْهِۦ فَظَلَمُواْ بِهَاۖ فَٱنظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلۡمُفۡسِدِينَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰفِرۡعَوۡنُ إِنِّي رَسُولٞ مِّن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٠٤﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سر گزشت

- آپ ﷺ کی دعوت و تحریک اور اس کی کامیابی کے امکانات پر پر بظاہر ٹھوس اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے قصۂ موسیٰ و فرعون کے تناظر میں
- انہیں بتایا گیا کہ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی کے سوا کوئی معاون اور مددگار نہ تھا، آپ کو جس فرعون اور آل فرعون سے واسطہ تھا وہ اپنے دور کے نہایت ظالم اور خونخوار کردار کے مالک تھے جن سے کسی طرح کی بھی شرافت کی امید نہیں کی جا سکتی تھی اس کے باوجود آپ نے براہ راست فرعون کے سامنے اللہ کے دین کی دعوت پیش کی اور اس کی ساری جلالت و سطوت کو نظرانداز کرتے ہوئے صاف اسے بتایا کہ تم نے اگر میری دعوت قبول نہ کی تو تمہارا انجام اچھا نہیں ہوگا۔
- نتیجہ سامنے ہے کہ بے نوا اور بے یار ومددگار موسیٰ (علیہ السلام) غالب و کامران رہے اور فرعون اپنی فوجوں سمیت بحر قلزم کی نذر ہوگیا
- یہ واقعہ قریش کو سمجھانے کے لیے کافی تھا کہ تم اپنی جس قوت و شوکت پر بھروسہ کیے بیٹھے ہو وہ فرعون اور آل فرعون کی قوت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی اور آپ ﷺ موسیٰ کی طرح بیشک تنہا اور بے یار ومددگار ہیں لیکن بہرحال قریش کے ایک معزز فرد ہیں اگر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی دعوت کو فرعون کے مقابلے میں غالب و کامران کرسکتا ہے تو آنحضرتؐ کی دعوت کو بھی قریش مکہ کے مقابلے میں یقینا کامیاب فرمائے گا۔

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ - قائم ہوں اس پر کہ

یہ اَنَا حَقِيْقٌ ہے (میں قائم ہوں اس پر)

حَقِيْقٌ ، حَقٌّ سے صفت مشبہ (مفعول کے معنی میں)

حَق کے معنی ، مطابقت، موافقت، ثابت ، قائم ....

لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ - میں نہ کہوں اللہ پر

اِلَّا الْحَقَّ - مگر حق

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ - میں لایا ہوں تمہارے پاس واضح نشانیاں

مِّنْ رَّبِّكُمْ - تمہارے رب کی طرف سے

فَاَرْسِلْ مَعِىَ - پس تو بھیج میرے ساتھ

بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ - بنی اسرائیل کو

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ - اس نے کہا اگر تو لایا ہے

إِنْ كُنتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَإِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ - کوئی نشانی تو لے اس کو

اِنْ كُنْتَ - اگر تو ہے

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ - سچ کہنے والوں میں سے

فَاَلْقٰى عَصَاهُ - تو انہوں نے ڈالا اپنا عصا

فَاِذَا هِيَ - تو اچانک وہ

ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ - ایک واضح (جیتا جاگتا) اژدھا تھا

وَّنَزَعَ يَدَهٗ - اور انہوں نے نکالا اپنا ہاتھ

فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ - تو ناگاہ وہ تھا چمکتا ہوا

لِلنّٰظِرِيْنَ - دیکھنے والوں کے لیے

أَلْقَى يُلْقِي ، إلقاءً - ڈالنا (IV)

عَصَا - لاٹھی، ڈنڈا

چرواہے کی لاٹھی کے لیے لفظ عَصَا - مریض یا ضعیف کی لاٹھی کے لیے قرآن میں مِنْسَاة کا لفظ آیا ہے (34:14)

ثُعْبَان - اژدھا، بڑا سانپ (Python)

حَيَّةٌ - ہر قسم کا سانپ (اسم جنس)

جَآنٌّ - وہ جن جو سانپ کی شکل میں ہو

إِذَا (فجائية) اچانک، دفعتاً

بَيْضَآء سفید (چمکتا ہوا)

نَاظِر - دیکھنے والا

حَقِيۡقٌ عَلٰٓى اَنۡ لَّاۤ اَقُوۡلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ‌ ؕ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِبَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاَرۡسِلۡ مَعِىَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ
﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنۡ كُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰيَةٍ فَاۡتِ بِهَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلۡقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ
﴿۱۰۷﴾ ۚ ۖ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيۡضَآءُ لِلنّٰظِرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

میرا منصب یہی ہے کہ اللہ کا نام لے کر کوئی بات حق کے سوا نہ کہوں، میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی طرف سے صریح دلیل ماموریت لے کر آیا ہوں، لہٰذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے" فرعون نے کہا "اگر تو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو اسے پیش کر" موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا اور یکا یک وہ ایک جیتا جاگتا اژدہا تھا. اس نے اپنی جیب سے ہاتھ نکالا اور سب دیکھنے والوں کے سامنے وہ چمک رہا تھا

And it behoves me to say nothing about Allah except what is true. I have come to you with a clear sign of having been sent from your Lord. So let the Children of Israel go with me.‘ Pharaoh said: if you have brought a sign, then bring it forth if you are truthful , Thereupon Moses threw his rod, and suddenly it was a veritable serpent. Then he drew out his hand, and it appeared luminous to all beholders.

محمد اقبال

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ ۚ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ ۧ

قصہ موسیٰؑ و فرعون....

- اب تک جن پانچ قوموں کا ذکر ہوا ہے وہ جزیرہ نمائے عرب (Arabian Peninsula) ہی کے مختلف علاقوں میں بستی تھیں ان قوموں کے واقعات سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود تھا کہ جو قوم خدا کا پیغام پانے کے بعد اسے رد کر دیتی ہے اسے پھر ہلاک کیے بغیر نہیں چھوڑا جاتا
- اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے بنی اسرائیل کا ذکر ہوگا جو مصر کے رہنے والے تھے۔ مصر براعظم افریقہ کے شمال مشرقی کونے میں واقع ہے۔اس قصے میں صحرائے سینا کا بھی ذکر آئے گا، جو مثلث شکل میں ایک جزیرہ نما (Sinai Peninsula) ہے، جو مصر اور فلسطین کے درمیان واقع ہے
- مصر میں اس وقت فراعنہ (فرعون کی جمع) کی حکومت تھی۔ جس طرح عراق کے قدیم بادشاہ نمرود کہلاتے تھے اسی طرح مصر میں اس دور کے بادشاہ کو فرعون کہا جاتا تھا
- حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اعیان حکومت کی طرف اللہ کے رسول کی حیثیت سے تشریف لے گئے اور آپ نے اپنی دعوت ان کے سامنے پیش کی تو باقی قوموں کی طرح انھوں نے بھی سب سے پہلے آپ سے یہی سوال کیا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو اس حیثیت سے تمہارے پاس کیا نشانی ہے؟
- جواب میں آپ نے ان کے سامنے فطری اور عقلی دلائل و آیات بھی پیش کیں اور حسی نشانیاں (معجزے) بھی

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۚۖ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

- لیکن فرعون اور اس کی قوم نے آپ کو جھٹلایا اور ان نشانیوں کے ساتھ **ظلم** کیا جو وہ لے کر آئے تھے، انہیں جادو گری قرار دیا جو عقلِ سلیم اور صداقت دونوں کے ساتھ ظلم تھا
- **ظلم** کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دینا اور اس کو اس نگاہ سے نہ دیکھنا جس کی وہ حقیقی سزاوار ہوتی ہے۔ اللہ کے نبی کی اپنی شخصیت، اس کا بے داغ کردار اور پھر اس کے پیش کردہ معجزات کی جلالت اور سطوت، اس کو سحر اور جادو قرار دے کر نظر انداز کرنا ظلم ہی تو ہے
- آپ نے فرعون کو (۱) مالک کائنات کی اطاعت و بندگی کی دعوت دی " اے فرعون، میں کائنات کے مالک کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ میرا منصب یہی ہے کہ اللہ کا نام لے کر کوئی بات حق کے سوا نہ کہوں، میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی طرف سے صریح دلیل ماموریت لے کر آیا ہوں، (۲) لہٰذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے" (اندازِ خطاب ملاحظہ کیجئے)
- آپ علیہ السلام کو جس ماموریت کے ساتھ بھیجا گیا آپ نے وہ بات بلا تمہید و رعایت بغیر کسی شاہی آداب اور کورنش کے پوری شرح صدر سے فرعون کے دربار میں کہہ دی
- فرعون نے اس پر نشانی (حسی معجزے) کا مطالبہ کیا تو آپ نے اپنا عصا پھینکا جو یکایک ایک جیتا جاگتا اژدھا بن گیا اور انھوں نے اپنی جیب سے ہاتھ نکالا تو سب دیکھنے والوں کے سامنے وہ (سورج کی طرح) چمک رہا تھا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِمْ مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾

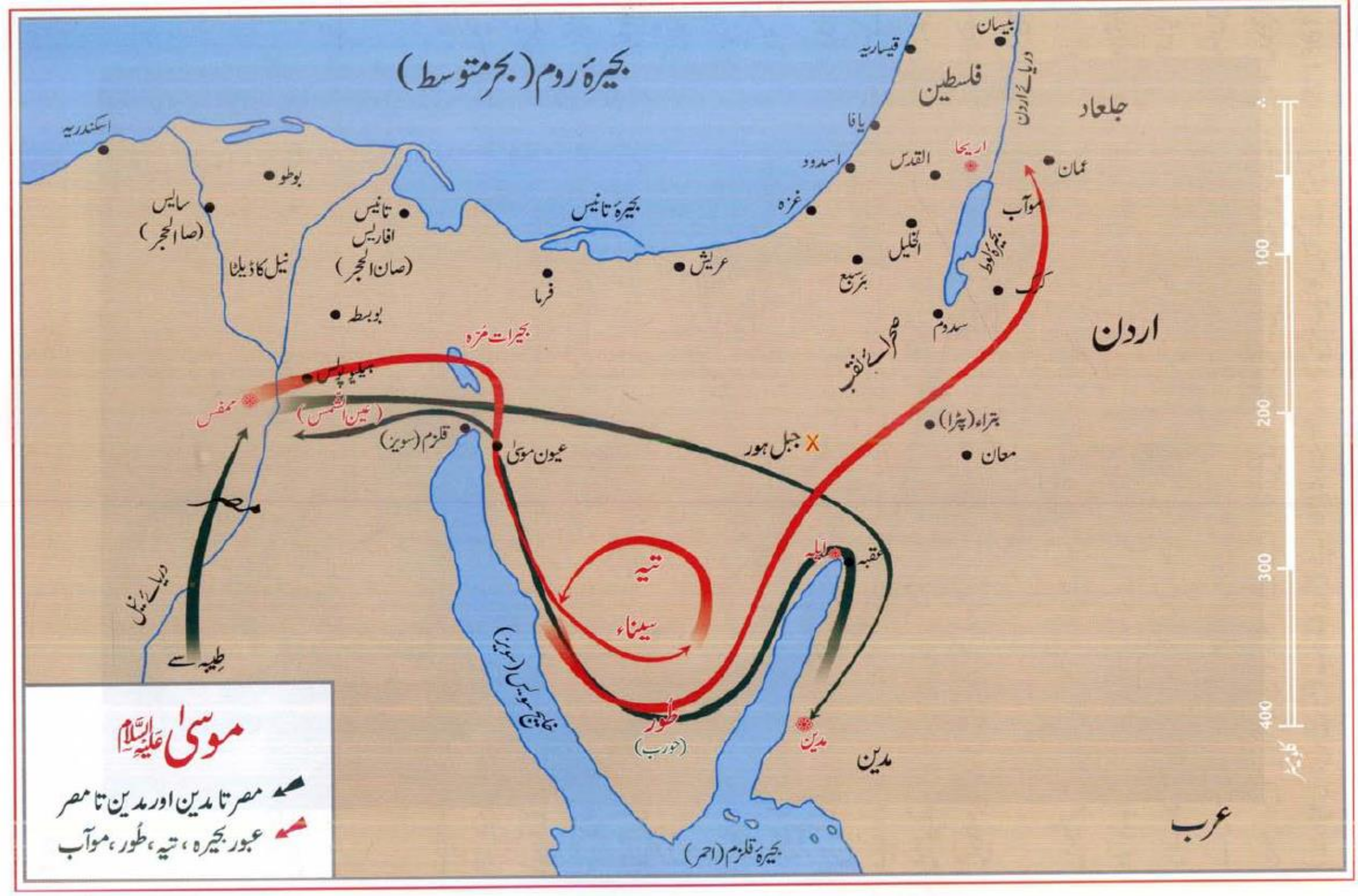

اضافی مواد

Reference Material

قصہ موسیٰؑ و فرعون — پس منظر

- مصر قدیم دور سے ہی تہذیب کا گہوارہ چلا آرہا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر پر چرواہے بادشاہ جنہیں Hyksos kings کہا جاتا ہے کی بادشاہت تھی (یہ صحرائی قبیلے تھے جو عرب نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے کسی زمانے میں مصر پر حملہ کیا اور مقامی لوگوں (قبطی قوم) کو غلام بنا کر وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تقریباً 2000 قبل مسیح میں)
- مسلم مؤرخین اور مفسرین قرآن نے ان کے لئے "عمالقہ / عمالیق" کا نام استعمال کیا ہے جو مصریات کی موجودہ تحقیقات سے ٹھیک مطابقت رکھتا ہے
- یہ لوگ پندرہویں صدی قبل مسیح کے اواخر تک مصر پر قابض رہے اور ان کے زمانے میں ملک کا سارا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا یہ گویا ان کی حیثیت ملک کے مقتدرہ (establishment) کی سی تھی
- اس کے بعد ملک میں ایک زبردست قوم پرستانہ تحریک اٹھی جس نے ہکسوس اقتدار کا تختہ الٹ دیا
- تقریباً ڈھائی لاکھ کی تعداد میں عمالقہ ملک سے نکال دیے گئے۔ ایک نہایت متعصب قبطی النسل خاندان برسر اقتدار آگیا اور اس نے عمالقہ کے زمانے کی یادگاروں کو چن چن کر مٹادیا اور بنی اسرائیل پر ان مظالم کا سلسلہ شروع کیا جن کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں کیا گیا ہے۔
- نئے مصری حکمرانوں نے اپنے لئے فرعون (سورج دیوتا کی اولاد) کا لقب اختیار کیا (جب کہ ہکسوس بادشاہوں نے اپنے لئے "ملک" کا لقب اختیار کیا تھا۔اُن کے دیوتا بھی مقامی مصریوں سے الگ تھے جو وہ شام سے لائے تھے)

قصہ موسیٰؑ وفرعون — پس منظر

- فرعون اپنے وقت کا عظیم حکمران تھا لیکن یہ اس شخص کا نام نہیں بلکہ لقب تھا۔ فرعون کے معنی ہیں سورج دیوتا کی اولاد۔ قدیم اہل مصر سورج کو جوان کا مہادیو یا ربِ اعلیٰ تھا "رع" کہتے تھے اور فرعون اسی کی طرف منسوب تھا
- اہل مصر کے اعتقاد کی رو سے کسی فرمانروا کی حاکمیت کے لیے اس کے سوا کوئی بنیاد نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ رع کا جسمانی مظہر اور اس کا ارضی نمائندہ ہو۔ اسی لیے شاہی خاندان جو مصر میں بر سر اقتدار آتا تھا اپنے آپ کو سورج بنسی بنا کر پیش کرتا تھا اور ہر فرمانروا جب تخت نشیں ہوتا فرعون کا لقب اختیار کر کے باشندگان ملک کو یقین دلاتا تھا کہ تمہارا ربِ اعلیٰ یا مہادیو میں ہوں (اس اصول کا اطلاق ہکسوس حکمرانوں پر نہیں ہوتا، اس لئے کہ انہوں نے اپنے لئے فرعونؔ کا لقب اختیار نہیں کیا لیکن بائبل کے مؤلفین نے انہیں بھی غلطی سے فراعنہ میں شمار کیا ہے)
- جب مصری قبطی (فراعنہ) حکمران بنے تو بنی اسرائیل جو پچھلے ادوار میں مقتدرہ کی حیثیت رہتے رہے اور حکمرانوں کے چہیتے ہونے کی وجہ سے وہ قبطی حکومت کے زیر عتاب آگئے اور ان کی حیثیت اور زندگی بتدریج پست سے پست اور سخت سے سخت ہوتی چلی گئی۔ فراعنہ حکومت نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا اور ان سے پورے ملک میں بیگار اور جبری مشقت کا کام لیا جاتا تھا
- حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے زمانے میں یہ لوگ مصر میں غلامانہ زندگی گزار رہے تھے یہ وہ حالات تھے جن میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو مبعوث کیا گیا تاکہ وہ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر واپس فلسطین لائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرعون سے مطالبہ کیا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دیا جائے۔

قصہ موسیٰؑ وفرعون — پس منظر

- حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کے قصے کے سلسلے میں دو فرعونوں کا ذکر آتا ہے ایک وہ جس کے زمانہ میں آپ پیدا ہوئے اور جس نے بنی اسرائیل کی نرینہ اولاد کا قتل کرنے کا حکم دے رکھا تھا، یہ خاندان " انیسویں خاندان" کے نام سے معروف تھا
- اس خاندان کے حکمرانوں میں رعمسیس دوم اور منفتاح شہرت رکھتے ہیں
- فرعون رعمسیس دوم دراصل وہ فرعون تھا جس کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور بنی اسرائیل پر جس کے مظالم مشہور و معروف ہیں۔ اسی لیے اس کو ((Pharaoh of the Persecution کہا جاتا ہے، یہ قدیم مصر کا ایک ایک ظالم اور طاقتور حکمران تھا، اس کے اعزاز میں نو اور فرعونوں نے رعمسیس کا نام لیا۔
- فرعون رعمسیس دوم طبعی موت مرا (اس کا سال وفات 1279 قبل مسیح بتایا جاتا ہے)
- جس فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اور جو بحر احمر (بحیرہ قلزم) میں غرق ہوا وہ رعمسیس دوم کا بیٹا منفتہ یا منفتاح (Meneptah) تھا (جدید انسائیکلوپیڈیاز میں اس کا نام Merneptah لکھا گیا ہے اس نے 1215 قبل مسیح تک حکومت کی
- یہ اپنے باپ رعمسیس دوم کی زندگی ہی میں شریک حکومت ہو چکا تھا اور اس کے مرنے کے بعد سلطنت کا مالک بنا۔
- اسی دوسرے فرعون کے دربار میں موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول کی حیثیت سے اللہ کے دین کی دعوت لے کر پیش ہوئے۔ آپ اس فرعون کے لئے کوئی اجنبی آدمی نہیں تھے۔ آپ علیہ السلام اس کے ساتھ ہی شاہی محل میں پلے بڑھے تھے

قصہ موسیٰؑ و فرعون ــ پس منظر

- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ علیہ السلام کو ایک صندوق میں بند کرکے دریائے نیل میں ڈال دیا تھا۔ وہ صندوق فرعون کے محل کے پاس ساحل پر آ لگا تھا اور محل کے ملازمین نے اسے اٹھا لیا تھا
- فرعون اسے اسرائیلی بچہ سمجھ کر آپ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوا، مگر اس کی بیوی نے اسے یہ کہہ کر باز رکھا تھا کہ ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں گے، یہ ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا (القصص : ۹)
- اس وقت تک فرعون کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ بعد میں اس کے ہاں بھی ایک بیٹا (منفتاح) پیدا ہوا
- حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا بیٹا منفتاح تقریباً ہم عمر تھے، وہ دونوں اکٹھے محل میں پلے بڑھے تھے اور ان کے درمیان حقیقی بھائیوں جیسی محبت تھی، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیثیت بڑے بھائی کی تھی
- جب بڑا فرعون (رعمیسس دوم) بوڑھا ہو گیا تو اس نے اپنی زندگی میں ہی اقتدار اپنے بیٹے کے سپرد کر دیا تھا۔ جس فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا یہ وہی تھا جس کے ساتھ آپ (علیہ السلام) شاہی محل میں پلے بڑھے تھے۔
- اب اس سورت میں آٹھ رکوع میں اس قصے میں جہاں جہاں فرعون کا ذکر آیا ہے وہ یہی فرعون منفتاح کا ذکر ہے

قصہ موسیٰؑ وفرعون ـ پس منظر

کتب برائے مزید مطالعہ

- تفہیم القرآن - سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
(جلد ۲، صفحہ ۴۷، حاشیہ ۹۸)،(جلد ۲، صفحہ ۳۸۳-۳۸۲) (جلد ۳، صفحہ ۶۲۶، حاشیہ ۳۲) ، (جلد ۳، صفحہ ۶۲۶)
- قصص القرآن - مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
- اطلس القرآن - ڈاکٹر شوقی ابو خلیل (اردو)
- Atlas of the Quran - by Dr Shawqi Abu Khalil (English)
- The Splendour that was Egypt - by Margaret A. Murray
- In The Steps of Moses: The Law Giver - By Louis Golding